تعارفِ کتاب

نام کتاب	------	مجالسِ علماء
تحریر	------	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
موضوعِ کتاب	------	علمائے کرام کی یادیں
ماخذ	------	اوراقِ جہانِ رضا
تعارفِ کتاب	------	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
مقدمۂ کتاب	------	جرسِ کارواں-سردار محمد اکرم بٹر، ایڈووکیٹ
تمہیدی باتیں	------	محمد عالم مختارِ حق
تحریک	------	سردار محمد اکرم بٹر، ایڈووکیٹ
مرتب ونگرانِ طباعت	------	محمد عالم مختارِ حق
سال تالیف وترتیب	------	۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء
ناشر	------	مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور
طابع	------	کاروان پریس، لاہور
قیمت	------	۳۰۰روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور ○ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ○ شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور ○ مکتبہ قادری رضوی، گنج بخش روڈ، لاہور ○ تمام دینی مکتبے جو ملک کے کسی حصے میں کام کر رہے ہیں۔

ترتیبِ مضامینِ کتاب

کاروانِ علم وفضل کی عالمِ بقاکوروانگی

پچھلے دو ماہ کے دوران پاکستان کے سنی علمائے کرام یکے بعد دیگرے موت کی وادی میں گم ہوتے گئے۔ ''موت سے کس کو رستگاری ہے'' مگر جس انداز سے موت کا ریلا قد آور اہل علم وفضل کو بہالے گیا ہے اس سے عقل وفکر مبہوت ہو کر رہ گئی۔ تھوڑے ہی دنوں میں جس تعداد سے یہ سنی علمائے کرام ملک بقا کو روانہ ہوئے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ علم وفضل کا ایک کارواں ہے جو موت کی وادی میں گم ہو رہا ہے۔

موت العالم موت العالم۔

''ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت ہوتی ہے''۔

مگر جب کئی علماء موت کی وادی میں قدم رکھیں تو کئی جہانوں کی موت سامنے آتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؕ

پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ (م: ۹۸-۴-۷):

عیدالاضحیٰ ۱۴۱۸ھ کی صبح یہ المناک خبر لے کر آئی کہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ پیر صاحب علم وفضل کا ایک آفتاب جہان تاب تھے جس کی ضیاؤں نے عالم اسلام کو روشن کیا تھا۔ وہ ہمیں ''ضیاء القرآن'' دے کر گئے ''ضیاء النبی'' دے کر گئے۔ وہ ہمیں دار العلوم محمدیہ بھیرہ شریف دے کر گئے، وہ ہمیں ''ضیاء القرآن پبلی کیشنز'' دے کر گئے، وہ ہمیں ''ضیائے حرم'' دے کر گئے، وہ علامہ علوم کتاب حدیث تھے، وہ فہامہ فہوم، اصول وفروع تھے۔

نطقش چہ خوش زبان وخوش الحان وخوش بیان
ذہنش چہ نکتہ سنج و سخن فہم و نکتہ بین

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری بھیروی سلطان العارفین پیر محمد شاہ ہاشمی بھیروی کے قابل فخر فرزند ارجمند تھے۔ ۲۱ رمضان ۱۹۱۸ء کو بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا محمد قاسم بالاکوٹی سے حاصل کی فلسفہ ومنطق کی فنی کتابیں حضرت مولانا محمد دین بدھوی ضلع کیمبل پور (حال اٹک) سے پڑھیں۔ مولانا غلام گودڑ پیلاں میانوالی سے ادب، فقہ اور ریاضی کا مطالعہ کیا۔ مولانا غلام محمود ان دنوں بھیرہ کے جامعہ محمدیہ غوثیہ میں پڑھاتے تھے۔ ۱۹۴۳ء میں بی-اے کیا۔ سند حدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی سے حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء میں جامعہ ازہر مصر میں داخلہ لیا۔ تین سال تک مصر کی اس فقید المثال یونیورسٹی میں امتیازی حیثیت سے کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۵۴ء میں درجہ تخصیص میں سند حاصل کر کے وطن لوٹے اور اپنے مدرسہ میں سلسلۂ تعلیم وتدریس جاری کیا۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ خلافت واجازت حاصل کی پھر خواجہ قمر الدین سیالوی سے اجازت وخلافت حاصل کی آپ نے تفسیر ''ضیاء القرآن'' لکھ کر دنیائے علم میں اپنی شہرت کا سکہ جمالیا۔ ''سنت خیر الانام'' نے اپنی مقبولیت پر خراج تحسین حاصل کی۔ ''پھر ضیاء النبی'' نے سیرت رسول پاک پر نہایت اہم مواد دیا۔ ضیائے حرم (ماہنامہ) اعلیٰ معیار پر نکال کر دنیائے صحافت میں ایک معیار قائم کیا۔ اس ماہنامے نے جہاں اپنے بلند پایہ مضامین سے قارئین کو متاثر کیا وہاں آپ کے اداریتی نوٹ ''سرِّ دلبراں'' نے اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا۔ آپ عالم باعمل، باکمال مدرس اور صائب الرائے سیاستدان تھے۔ دنیائے سنیت کو آپ پر ناز رہا ہے۔ راقم آپ کی نگاہ لطف وکرم کا مرہون منت رہا ہے۔ سجادہ نشین بھیرہ شریف میرے مکتبہ نبویہ کی اشاعتی کوششوں سے متاثر ہو کر ملتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ یہ میری حقیر کوششوں کا نتیجہ تھا کہ آپ نے مشہور رسالہ ''ضیائے حرم'' گنج بخش روڈ لاہور سے نکالنا شروع کیا اور مجھے مضامین لکھنے کی سعادت سے بھی نوازا۔ یہ

رسالہ سنیوں کے لیے باعثِ صد افتخار بن کر آج بھی زیور اشاعت سے مزین ہو رہا ہے۔ پیر صاحب کا اداریہ ''سر دلبراں'' رسالہ کی جان ہوتا اور میں رسالہ سرِ دلبراں کے لیے پڑھتا۔

پاکستان کی سب سے بڑی شرعی عدالت کے جسٹس تھے مگر اس منصب کے باوجود ان کی انکساری مثالی تھی۔ انہوں نے کئی بلند و بالا حکومتی مناصب پائے مگر مناصب اور علمی اعزازان کے علمی اور روحانی سفر میں زنجیر پانہ بن سکے اور وہ اپنے مقاصد کے حصول میں ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوئے۔ آج وہ برملا یہ کہتے ہوئے ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ کہ

''شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم!''

اللہ تعالیٰ نے آپ سے بڑا کام لیا۔ ساری زندگی علم و عرفان کی آبیاری میں گزاری۔ آپ کے جسم خاکی کو آپ کے خانقاہی قبرستان بھیرہ میں آپ کے والد کے مزار کے پہلو میں سپردِ مرقد کیا گیا۔

مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹۸ء):

مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ نعیمیہ لاہور نے سولہ مارچ ۹۸ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ جامعہ نعیمیہ کے بانی اور دارالعلوم سراجیہ (برائے مستورات) کے نگران اعلیٰ تھے۔ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت نے دنیائے اہلسنّت کا ایک عظیم عالم دین، ماہر تعلیم دینیہ بلند پایہ منتظم، صاحب بصیرت دینی اور سیاسی راہنما چھین لیا۔ آپ کی رحلت اتنا بڑا علمی نقصان ہے جس کی تلافی صدیوں تک نہیں ہو سکے گی۔

نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے ہماری نیاز مندی اس وقت سے ہے جب آپ ''دارالعلوم نعمانیہ'' لاہور کو خیر باد کہہ کر چوک دالگراں کی جامع مسجد میں مسند تدریس بچھا کر طلبائے علوم دینیہ کو دعوتِ تعلیم دینے لگے تھے۔ آپ نے اپنے استاد محترم صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی کے نام پر لاہور میں ایک تدریسی ادارہ ''جامعہ نعیمیہ'' قائم کیا اور بے سروسامانی

عالم میں کام کرنے لگے۔ مولانا نعیمی مرحوم نے اپنے احباب میں سے ایک تدریسی ٹیم کا انتخاب کیا جو اعزازی طور پر جامعہ نعیمیہ کے ابتدائی دور میں حضرت مفتی صاحب کے ہمنوا بنے۔ ان دنوں مفتی صاحب تہی دست، بے نوا اور بے سروسامان تھے مگر آپ نے پورے عزم کے ساتھ اس کام کا آغاز کیا اور صبح سے شام تک طلبہ کی تعلیم ہی نہیں ان کے خورونوش اور رہائشی اخراجات کو پورا کرنے کیلئے بھی تگ و دو کرتے۔ بسا اوقات طلبہ کے کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو گھر کی کوئی ضروری چیز بیچ کر کھانا تیار کراتے اور طلبہ کو کھلاتے۔ آہستہ آہستہ بعض احباب نے مفتی صاحب کا ہاتھ بٹانا شروع کیا مگر یہ لوگ مستقل معاون نہیں تھے۔ وقتاً فوقتاً امداد کرتے جو ''حق دہد مانند مرغاں روزیت'' کے مصداق ہوتی۔ دو سال اسی کشمکش میں گزر گئے صبح سے شام اور شام سے صبح ہوتی مفتی صاحب اپنا سفر جاری رکھتے۔ دو سال کے بعد چوک دالگراں کے چند تاجروں نے ہاتھ بٹانا شروع کیا اور جامعہ کے طلبہ کے خورونوش میں مالی تعاون کرنے لگے۔

مفتی صاحب تدریسی مصروفیتوں کے ساتھ مسجد دالگراں میں وقت کے بلند پایہ علماء کرام اور بلند گفتار خطیبان شہر کو دعوت تقریر و خطاب دیتے۔ اس طرح آپ کے طلبہ، اساتذہ، احباب اور علاقہ کے عام رہائشی بھی دینی مسائل سے آگاہی حاصل کرنے لگے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ مفتی صاحب نے سیاسی و دینی راہنماؤں کے لیے بڑے بڑے اجلاس منعقد کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا اور چوک دالگران کی سڑکوں پر رات کے وقت بڑے بڑے جلسے ہوتے جس میں لاہور کے مختلف علاقوں سے سامعین چلے آتے۔

ہم لوگ جمعہ کی نماز پڑھ کر مفتی صاحب کے پاس چوک دالگراں کی مسجد میں چلے آتے۔ آپ کے حجرے میں مشاورتی میٹنگ ہوتی، احباب سے ملاقات ہوتی، معاونین سے ملتے اور علماء کرام سے تعارف ہوتا۔ مفتی صاحب مرحوم کی محنت اور ریاضت سے جامعہ نعیمیہ کو وسعت ملتی گئی اور آپ کے روابط بڑھتے گئے حتیٰ کہ برانڈرتھ روڈ کے سنی تاجروں نے ایک بورڈ قائم کیا جو جامعہ نعیمیہ کے تمام اخراجات کی کفالت

روشنی سے ملتا جلتا انسان

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالمِ دین، ماہر تعلیم اور بلند پایہ مصنف اور مؤلف تھے۔ آپ کی ساری زندگی دینِ اسلام کی سربلندی اور قرآن واحادیث کی تفہیم واشاعت میں گزری۔ آپ عصرِ حاضر کے علمائے اہلِ سنت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور آپ نے اپنے قلم وفکر سے لوگوں کی جس قدر راہنمائی فرمائی ہے اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

آپ کے والدِ مکرم، پیر محمد شاہ ہاشمی بھیروی، خانوادۂ چشتی کی سیالوی نسبت میں ایک بلند پایہ روحانی راہنما تھے۔ آپ کے حلقہ ارشاد میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ روحانی تربیت حاصل کرتے رہے ہیں۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری ۲۱ رمضان ۱۳۳۶ھ کو بھیرہ ضلع شاہ پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بھیرہ میں اپنے والدِ مکرم کے زیرِ نگرانی مولانا محمد قاسم بالاکوٹی سے حاصل کی تھی پھر آپ نے وقت کے ممتاز ماہرِ تعلیم مولانا محمد دین، مولانا غلام محمود پپلاں میانوالی سے علومِ دینیہ کے مختلف شعبوں میں تعلیم حاصل کی۔ یہ علمائے دین ان دنوں بھیرہ کی جامعہ محمدیہ غوثیہ میں تعلیم وتدریس میں مصروف تھے ان دنوں مراد آباد بھارت میں صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی کا دارالعلوم ''جامعہ نعیمیہ'' بڑی تدریسی شہرت رکھتا تھا۔ چنانچہ آپ ۱۹۴۳ء میں وہاں پہنچے۔

احادیث کی کتابیں صدرالافاضل سے پڑھیں اور سند احادیث حاصل کرکے وطن لوٹے۔ آپ نے عربی علوم اور دینی مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ۱۹۴۵ء میں بی اے کیا۔ پھر عالمِ اسلام کے بلند پایہ دارالعلوم جامعہ ازہر مصر میں داخلہ لیا۔ جامعہ ازہر

میں ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۴ء تک زیرِ تعلیم رہ کر جامعہ ازہر کی اعلیٰ سند علمیہ وادبیہ حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں ازہر یونیورسٹی مصر سے ہی ڈاکٹریٹ کی اور ایک سال بعد وطن لوٹ آئے۔

آپ خانوادہ چشت میں حضرت پیر محمد ضیاء الدین سیالوی سے بیعت تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے پیرومرشد کی نسبت کو اپنی زندگی کی تمام تر کامیابیوں میں نمایاں کیا۔ آپ کی تفسیر ضیاء القرآن، آپ کی سیرت پر بے مثال کتاب ''ضیاء النبی''، آپ کا ماہنامہ ''ضیائے حرم''، آپ کا اشاعتی ادارہ ''ضیاء القرآن پبلی کیشنز'' اس روحانی نسبت کا آئینہ دار ہے۔

خانوادۂ چشت کے ایک زبردست عالمِ دین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی ملک کی سیاسی اور دینی زندگی میں قائدانہ مقام پر فائز تھے۔ آپ نے تحریکِ پاکستان میں بڑی خدمت کی۔ آپ نے تحریکِ ختمِ نبوت میں رہنمایانہ کردار ادا کیا۔ آپ نے جمعیت علمائے پاکستان کے بانی رکن کی حیثیت سے ملکی سیاست میں اہم مقام حاصل کیا۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کی قیادت میں جمعیت علمائے پاکستان کے سٹیج سے ملکی سیاست میں قدم رکھا۔ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے عملی جدوجہد شروع کی۔ خواجہ قمرالدین سیالوی ان دنوں صدر جمعیت العلمائے پاکستان تھے۔ پیر محمد کرم شاہ خواجہ سیالوی کے دستِ راست تھے۔ زیرِ قیادت تھے۔ ایک جاں نثار مرید کی حیثیت سے شب وروز کام کرتے رہتے۔ پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے جب تحریک چلی تو جن علمائے کرام نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں پیر محمد کرم شاہ الازہری صفِ اول میں کھڑے تھے۔ آپ نے قید وبند کی صعوبتیں اٹھائیں۔ اہل وعیال سے جدا کردیے گئے۔ حتیٰ کہ آپ کو ایک عرصہ تک شاہ پور اور سرگودھا کی جیلوں میں پسِ دیوارِ زنداں رہنا پڑا۔ شاہ صاحب کی بلند علمی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی مشہور تفسیر قرآن ''ضیاء القرآن'' قید

وبند کے دوران لکھی۔ اور اسے حافظہ کی مدد سے مختلف حوالوں سے مزین فرما کر اہلِ علم وفضل کے لیے ایک بے مثال تفسیر کی حیثیت سے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔

ان دنوں انکارِ ختمِ نبوت کے ساتھ ساتھ پاکستان میں ایک دینی فتنہ اٹھا جو انکارِ حدیث رسول پر مشتمل تھا۔ اس فتنہ کے سربراہ اور ترجمان مسٹر غلام احمد پرویز تھے جنہوں نے اپنے ماہنامہ ''طلوعِ اسلام'' اور دوسری کتابوں میں یہ پراپیگنڈا شروع کیا کہ مسلمانوں کو صرف قرآن کی تعلیمات ہی کافی ہیں۔ حدیثِ نبوی اور سنتِ رسول اللہ کی کوئی حیثیت نہیں اس فتنہ کے خلاف علمائے اسلام نے آواز اٹھائی۔ احتجاج کیا اور اسے مسترد کیا۔ مگر پیر محمد کرم شاہ نے ایک زبردست کتاب ''سنت خیر الانام'' لکھی جس میں دلائل اور شواہد کے ساتھ احادیث کی ضرورت اور مقام کو واضح کیا۔ یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں کراچی سے چھپی اور ملک میں تقسیم کی گئی۔ آپ کی اس کتاب نے پیر محمد کرم شاہ بھیروی کی علمی تحقیق اور حدیث رسول پر قابلیت کا لوہا علمی دنیا میں تسلیم کرایا۔

ایسے دینی فتنوں کی آئے دن سر اٹھانے کی روش نے علمائے دین کو بڑے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ پیر محمد کرم شاہ بھیرہ سے ۱۹۷۰ء میں لاہور آئے۔ ایک دینی اشاعتی ادارے کی بنیاد رکھی۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' جاری کیا۔ اور دینی صحافت کے آسمان پر آپ کا یہ ماہنامہ ایک آفتاب بن کر اہلِ علم وفضل کے دل ودماغ کو روشن کرنے لگا۔ پیر صاحب اس رسالے کا اداریہ ''سرِ دلبراں'' کے عنوان سے لکھتے۔ تو علم وفضل کے دریا بہا دیتے۔ حالاتِ حاضرہ پر روشنی ڈالتے۔ سیاسی اور دینی تحریکوں میں رہنمایانہ کردار ادا کرتے تھے۔ آپ کے اداریے، فتنۂ انکارِ حدیث، فتنۂ ختمِ نبوت اور فتنۂ اسلامی سوشلزم پر کاری ضربیں لگاتے۔

تحریکِ نظامِ مصطفیٰ چلی تو آپ قائدِ اہلِ سنت الشاہ احمد نورانی کی قیادت میں صفِ اول کے سیاسی راہنما کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئے۔ قید وبند کی صعوبتوں کو لبیک کہا۔ نظامِ مصطفیٰ کا پرچم بلند رکھا اور صبح سے شام تک ملک کے گوشے گوشے میں پہنچ کر

آواز بلند کرتے رہے۔ آپ نے اپنے مریدوں میں سے جس کو بھی جمعیت علمائے پاکستان کا ٹکٹ لے کر دیا وہ صوبائی اور قومی اسمبلی میں بھاری اکثریت کے ساتھ پہنچا، آپ کا سیاسی مقام تھا کہ آپ کا نمائندہ آپ کے مریدوں کے ووٹوں سے کامیاب ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں آپ کا دار العلوم جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ پاکستان کی اعلیٰ درسگاہوں میں شمار ہوتا تھا۔ جہاں سیکڑوں طلبہ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ پیر محمد کرم شاہ نے کئی سال تک اس دار العلوم کے طلبہ کو بذاتِ خود مسند تدریس پر بیٹھ کر علم وفضل سے آشنا کیا۔ پنجاب کے پیروں میں پیر محمد کرم شاہ واحد پیر تھے جو بیک وقت پیر بھی تھے، معلم بھی تھے، استاد بھی تھے۔ عالمِ دین بھی تھے، صاحبِ قلم ادیب بھی تھے، سیاسی راہنما بھی تھے اور اسلامی تحریکوں میں عملی حصہ بھی لیتے تھے۔ ان دنوں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت دینی مدارس پر پابندیاں لگا رہی تھی۔ ان پر قبضہ کر رہی تھی۔ اس نے پیر محمد کرم شاہ کو بھی حکم دیا کہ ان کا دار العلوم بند کر دیا جائے گا۔ پیر صاحب نے اس وقت کی حکومت کے اس اقدام کے جواب میں کہا کہ ''تم لوگ میرا مدرسہ چھین سکتے ہو، دار العلوم پر قبضہ کر سکتے ہو مگر میں تو ایسا درویش ہوں کہ بھیرے کے جنگلوں کے درختوں کے سایہ میں بیٹھ کر بھی دینی علوم پڑھاتا رہوں گا''۔

آپ نے تفسیر ''ضیاء القرآن'' کی اشاعت کا اہتمام کیا تو آپ کے پاس روپیہ پیسہ نہیں تھا آپ نے لاہور کے ایک تاجر غلام رسول اینڈ سنز اردو بازار لاہور کو آمادہ کیا کہ وہ تفسیر ضیاء القرآن کو زیورِ طباعت سے آراستہ کرے ان دنوں تاج کمپنی لاہور اور مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی بڑے بلند پایہ اشاعتی ادارے تھے۔ مگر ان اداروں نے تفسیر ''ضیاء القرآن'' چھاپنے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ شاید یہ عوام میں مقبول نہ ہو سکے غلام رسول اینڈ سنز نے پہلی جلد شائع کی۔ مگر اس کا معیار پیر صاحب کو پسند نہ آیا۔ چنانچہ ایک عرصہ کے بعد یہ تفسیر پیر صاحب نے خود چھپوانی شروع کی۔ آج اس کی ہزاروں نہیں لاکھوں جلدیں چھپ چھپ کر ملک اور بیرون ملک پھیل رہی ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ پیر صاحب نے جب ''ضیائے حرم'' کی بنیاد رکھی تو میں ان کے رفقائے قلم واشاعت میں تھا۔ آپ نے میرے ہی مکتبہ کے ساتھ ضیائے حرم کا اجرا قائم کیا اور میں ابتدائی پرچوں میں مختلف قلمی ناموں سے مضامین لکھتا رہا۔ ان دنوں پیر صاحب ماہنامہ ''ضیائے حرم'' کو خصوصی توجہ دیتے۔ محنت کرتے ایک ایک مضمون آپ کی نگاہ سے گزرتا۔ ایک ایک سطر پر آپ محاسبہ کرتے۔ ان کی اس توجہ اور محنت کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ ماہنامہ سابقہ تیس سال سے دینی صحافت میں ایک اہم مقام رکھتا ہے اور اب تک نہایت باقاعدگی سے جاری ہے۔

جنرل صدر ضیاء الحق مرحوم نے پیر صاحب کی اہلیت اور قابلیت کو تسلیم کیا۔ قدر افزائی کی۔ اپنے قریب کیا اور تفسیر ضیاء القرآن کے مطالعہ کے بعد آپ کو بھرپور خراج عقیدت پیش کیا اور برملا کہا کہ ''اگر آج کے زمانے میں اہل علم وفضل کو سونے سے تولنے کا رواج ہوتا تو میں پیر کرم شاہ ازہری کو سونے سے تولتا''۔ صدر ضیاء الحق نے آپ کو ترازو کے پلڑے میں تو نہ بٹھایا مگر آپ کو واقعی سونے سے تول دیا۔ ملک کی سب سے بڑی شرعی عدالت کا جج مقرر کیا اور آپ کو دینی فیصلوں میں پورا پورا اختیار دیا۔ جو حکومتیں بدلنے کے باوجود تادم رحلت آپ کے پاس رہا۔

پیر محمد کرم شاہ ازہری خالص سنی العقیدہ، حنفی مسلک اور چشتی طریقت پر ساری زندگی رواں دواں رہے۔ وہ معتدل مزاج کے مالک تھے۔ مذہب میں سختی، یک رخی اور تعصب کو نہیں لاتے تھے۔ آپ کی اس اعتدالی روش کو بعض سخت گیر سنی علماء کرام مزہ گوشے والا پیر اور کچھ ''صلح کل'' کہا کرتے تھے۔ آپ کی ساری تصانیف میں اعتدالی روش نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ نے سیاست میں بھی اعتدالی روش اختیار رکھی۔ کبھی مزاحمت، ہڑتال، نعرہ بازی یا احتجاجی روش کو نہیں اپنایا۔

(اجالوں کا نقیب، عمران حسین چودھری، سنی فاؤنڈیشن بریڈفورڈ۔ یوکے ۱۹۹۸ء)

شیخ الحدیث حافظ محمد عالم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

اس سال علمائے اہلسنّت کا وہ کاروان جو ملک بقا کی راہوں پر چل کر ایک نئی ابدی زندگی کا آغاز کر رہا ہے اس میں حافظ محمد عالم سیالکوٹی بھی شریک ہو کر ۲۰ اگست ۱۹۹۱ء کو راہی ملک دارالقرار ہو گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ○ آپ اپنی بیٹی کو ملنے برطانیہ گئے تھے چند روز وہاں ٹھہرے، واپسی کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں، جہاز کی سیٹ بک تھی، سینے میں تھوڑا سا درد اٹھا، ہسپتال پہنچے، ماہر ڈاکٹروں نے اپنی زندگی بھر کے تجربات کی روشنی میں جان بخش دوائیاں دیں مگر داعی اجل نے ہاتھ بڑھایا اور حافظ محمد عالم صاحب نے لبیک کہتے ہوئے جان، جان آفرین کے حوالے کر دی۔

حافظ محمد عالم سیالکوٹی کی موت نے دنیائے علم وفضل کا ایک روشن چراغ گل کر دیا۔ کاشانۂ اہلسنّت وجماعت کی روشنیاں بجھ گئیں اور تعلیم وتدریس کا ایک درخشاں آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ کی رحلت پاکستان کے گوشے گوشے تک غم واندوہ کا سامان لے کر آئی۔ آپ کے اہل خاندان، آپ کے شاگردان عزیز، آپ کے احباب، آپ کے ارباب کار، آپ کے حلقۂ علم کے خوشہ چین، آپ کے سیاسی رفقاء، آپ کے جہادی ہمنوا، آپ کے اعتقادی بادیہ پیما اور آپ کے ہزاروں آشنا دل گرفتہ اور دیدۂ تر ہو کر رہ گئے۔

بوئے گل، نالۂ دل، دود چراغ محفل
جو تیری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

حافظ محمد عالم مرحوم کے جنازے پر جتنے علمائے کرام شریک ہوئے شاید ہی کسی جنازے پر آئے ہوں۔ حافظ محمد عالم کے غم میں جتنی آنکھیں اشکبار ہوئیں شاید ہی کسی